پروفیسر فتح محمد ملک

گوئٹے کی اسلام شناسی

Abstract: - *The worlds great philosophers and thinkers have been convinced with greatness and spirituality of Islam. This article covers some thoughts of Goethe who benefited from the education of Islam and Prophet Muhammad (Peace be upon him).It also reflects Goethe's understanding of Islam.*

گوئٹے کے اڑھائی صد سالہ یوم پیدائش کی تقریبات کا خیال کرتا ہوں تو مجھے کارل فان اوسیٹسکی کا ایک قول بے ساختہ یاد آ جاتا ہے۔ وائمیر ری پبلک میں گوئٹے کی کھوکھلی اور منافقانہ حمد وثنا پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ:

''جرمنی میں گوئٹے کا یوم سرکاری طور پر یوں منایا جاتا ہے جیسے وہ شاعر اور پیغمبر نہ ہو بلکہ فقط افیون ہو۔''(۱)

یہ کچھ وائمیر ری پبلک پر ہی موقوف نہیں بلکہ گوئٹے کے دورِ حیات سے لے کر آج تک نہ صرف جرمنی بلکہ ساری کی ساری مغربی دُنیا میں گوئٹے کی اسلام شناسی اور مسلمان دوستی کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جا رہا۔ اگر گوئٹے کے وسیع النظر اور انسان دوست روحانی مسلک پر عمل کیا جاتا تو نہ کل جرمن قوم یہودیوں کی نسل کشی کے انسانیت سوز جرائم میں ملوث ہوتی اور نہ آج عصر رواں کا نامور ترین تخلیقی فن کار گنتر گراس برلن میں جرمنی کے ایک سو سے زائد تخلیقی فن کاروں کا جلوس لے کر سلمان رشدی کی حمایت میں نعرہ زنی میں مصروف پایا جاتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مغربی دنیا آج بھی گوئٹے کی اسلام اور مسلمانوں سے محبت کا راز سمجھنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اس کے برعکس دانتے اور والٹیر کے دیوانگی کی حدود کو چھوتے ہوئے مذہبی تعصب کو مزید ہوا دینے میں مصروف ہے۔ اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حقارت کی اس فضا میں گوئٹے کے اڑھائی سو سالہ جشنِ ولادت نے مغربی دنیا کو ایک نادر موقع مہیا کیا ہے کہ وہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے متعلق اپنی نفسیاتی بیماریوں کے لیے ایک نسخۂ شفا

ڈھونڈے۔ خود گوئٹے بھی اپنے عہد کی بیماریوں کے لیے نسخۂ شفا کی تلاش میں ہی اسلامی مشرق کو روحانی ہجرت پر مجبور ہوا تھا۔ ڈاکٹر آرتھر ریمی اپنی کتاب ''جرمنی شاعری پر ایران اور ہندوستان کے اثرات'' میں بتاتے ہیں کہ:

''ہندوستان کی دیومالا، ہندوستان کے مذہب اور اس کی دوراز کار فلسفیانہ موشگافیوں سے گوئٹے کو کراہت محسوس ہوتی تھی۔ خصوصیت کے ساتھ دیومالائی جنات کو وہ حقارت بھری نگاہوں سے دیکھتا تھا...... شاید یہی وجہ ہے کہ گوئٹے کا مشرق سندھ، ایران، دنیائے عرب اور ترکی تک محدود تھا۔'' (۲)

ہندومت اور ہندو مائتھالوجی سے گوئٹے کی بیزاری کا راز اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ ملت ابراہیمی یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں بنیادی روحانی یگانگت پر غور و فکر میں صرف کیا تھا۔ آغاز شباب ہی میں گوئٹے نے یہودیت، عیسائیت اور اسلام پر تین سلسلہ وار ڈرامے تخلیق کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ اسلام کے موضوع پر اپنے مجوزہ ڈراما میں گوئٹے نے آنحضور ﷺ کی سیرت و کردار کو مرکزی حیثیت دینے کا ارادہ کیا تھا۔ اپنی خودنوشت بعنوان "شاعری اور صداقت" میں گوئٹے نے دو صفحات پر پھیلے ہوئے ایک بیانیہ میں اس تمثیل کی تمنا کی صورت گری کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''میرے دل میں یہ خیال تقویت پکڑتا گیا کہ محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر لکھوں جنھیں میں نے ہمیشہ صادق پایا اور جن کے نکتہ چینوں کو میں نے ہمیشہ گمراہ سمجھا۔ جب یہ خیال میرے دل میں آیا تو میں اس کام کے لیے بخوبی تیار تھا کیونکہ میں اس سے پیشتر آنحضور ﷺ کی حیات و کردار کا بنظرِ غائر مطالعہ کر چکا تھا۔ یہ تحریر ایک مناجات سے شروع ہوتی ہے۔''(۳)

اس کے بعد گوئٹے عرب جاہلیت کے خلاف آنحضور ﷺ کے جہاد کے آغاز سے لے کر واقعہ معراج تک اسلام کی سرگزشت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ذہن اس احساس سے سرشار ہے کہ اسے اوپر ہی اوپر، اور بھی اوپر پرواز کرتے چلے جانا ہے۔

اسے ھواوّل، ھوالآخر، ھوالظاہر، ھوالباطن تک پہنچنا ہے۔ اسے اس ہستی مطلق کے حریم تک پہنچنا ہے، تمام مخلوقات کی زندگی جس کے طلسمِ کُن سے عبارت ہے۔ میں نے یہ مناجات ایک عجب گرمیٔ احساس کے ساتھ لکھی تھی۔ ہر چند یہ گم ہو چکی ہے مگر آسانی کے ساتھ اس کی بازیافت ممکن ہے۔ یہ اظہار و بیان کے تنوعات کے ساتھ گائی جا سکے گی۔ گاتے وقت وہ تصور پیشِ نظر رکھنا ضروری ہوگا جو اپنے خاندان اپنے پورے قبیلہ کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ آوازوں کا زیر و بم اور کورس کی مختلف شکلوں کا خاص اہتمام کیا جائے گا۔ دکھایا جائے گا کہ بعثت کے فوراً بعد محمد ﷺ نے اپنے فکر و احساس سے اپنے خاندان کو آگاہ کیا۔ آپ کی زوجہ محترمہ اور حضرت علیؓ سب سے پہلے خود اپنے قبیلہ کو مشرف بہ اسلام کرنے میں کوشاں ہیں۔ اس باب میں اتفاق اور عناد، حمایت اور مخالفت اپنے اپنے ظرف کے ساتھ متصادم ہیں۔ جد و جہد زور پکڑتی ہے۔ فکری معرکہ تشدد اور خون خرابے کی شکل اختیار کرنے لگتا ہے اور بالآخر ہجرت کا وقت آ پہنچتا ہے۔ تیسرے باب میں فتح و نصرت کا سماں، اللہ کے دشمنوں پر غلبہ، کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے اللہ کے دین کی سربلندی کے مناظر پیش کیے جائیں گے۔"(۴)

قرآن کریم اور آنحضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے گہرے مطالعہ اور بیشتر فنی ساز و سامان جمع کر لینے کے باوجود گوئٹے اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دینے کی روداد یوں بیان کرتے ہیں:

"ایک صاحب کردار اور دانش مند ہستی پر ایک ابدی پیغام کے اثرات اور اس کے جذبہ و عمل، اس کے سود و زیاں کا رزمیہ پیش کرنا مقصود تھا...... متعدد نغمات پہلے ہی سے تیار کر دیئے گئے تھے تا کہ موقع و محل کی مناسبت سے استعمال کیے جا سکیں مگر افسوس کہ اس متاعِ گم گشتہ میں سے فقط ایک چیز باقی رہ گئی ہے جو میرے مجموعۂ کلام میں "نغمۂ محمد ﷺ" کے عنوان سے موجود ہے۔"(۵)

دنیا بھر کے نعتیہ کلام میں اپنا ثانی نہ رکھنے والا یہ "نغمۂ محمد ﷺ" بعد میں گوئٹے نے اپنے West Ostilcher Diwan میں شامل کر دیا تھا اور بعد ازاں اسے علامہ اقبال نے "جوئے آب" کے عنوان سے

فارسی کا خوبصورت پیرہن بخش دیا تھا۔ گوئٹے نے اپنے دیوان کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور دیوان کے سرورق پر "الدیوان الشرقی للمولف الغربی" کی جس خوبصورت انداز میں خطاطی کی ہے اس سے گوئٹے کی اسلامی تہذیب اور اسلامی فنون سے گہری محبت کا ثبوت بھی ملتا ہے اور اسلام شناسی میں گوئٹے کی عاشقانہ محنت کا راز بھی کھلتا ہے۔ ادھیڑ عمر میں جب وہ جواں سال شاعرہ ماریا کی محبت میں مبتلا ہوئے تو وہ بے خیالی میں کبھی ریت پر اور کبھی کاغذ پر اس کا نام عربی حروف میں لکھتے رہتے تھے۔ یہی عرصۂ محبت ان کے دیوان مشرقی کی تخلیق کا زمانہ ہے۔

اسلامی مشرق میں تخلیقی دلچسپی گوئٹے کے عنفوان شباب کا قصہ ہے۔ اکیس برس کی عمر میں جب وہ قانون کی اعلیٰ تعلیم کے لیے سٹراسبرگ گئے تو وہاں اپنے وقت میں جرمن ادبیات کی ممتاز ترین شخصیت ہرڈر کے زیرِ اثر اسلامی مشرق نے ان کے دل و دماغ کو اپنی جانب کھینچنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ یہی کشش ہندوستان کے مغرب میں پھیلی ہوئی دنیائے اسلام کے ساتھ ان کی اٹوٹ تخلیقی رفاقت کی صورت اختیار کر گئی۔ ہرڈر اٹھارہویں صدی کی جرمنی کا سب سے بڑا ماہر دینیات بھی تھا۔ اس کے زیر اثر گوئٹے صحافت آسمانی کے شاعرانہ حسن کی جانب متوجہ ہوا اور پھر رفتہ رفتہ صحف ابراہیم و موسیٰ سے ہوتا ہوا قرآن حکیم تک آ پہنچا تھا۔ یہاں پہنچتے ہی وہ پکار اٹھا تھا:

"اگر اسلام کا مطلب رضائے الٰہی کی اطاعت ہے تو ہم سب اسلام ہی میں جیتے ہیں اور اسلام ہی میں مرتے ہیں"۔

اپنے "دیوان مشرقی" کی تفسیر و تعبیر کرتے ہوئے گوئٹے نے قرآن حکیم کی حقانیت کے اثبات میں لکھا کہ:

"توحید، عبدیت اور رسالت...... یہ تمام قرآنی تصورات، ہمارے اپنے دینی عقائد سے گہری مماثلت رکھتے ہیں اور ہماری مقدس کتابیں ہی بڑی حد تک مسلمانوں کی مقدس کتابوں کا ماخذ ہیں۔ اساسی معاملات میں ہمارے اور ان کے عقائد اور ہمارا اور ان کا طرزِ فکر یکساں ہے۔"

ملت ابراہیمی کی ساخت پرداخت اور نشو وارتقاء سے اس گہری شناسائی کی بدولت گوئٹے مسلمانوں کے ادبیات وفنون سے محبت میں مبتلا ہو گیا۔ گوئٹے نے پینسٹھ برس کی عمر میں ہائیڈل برگ کی نوخیز شاعرہ ماریانا فان ولمر کے ساتھ ٹوٹ کر محبت کی۔ اپنے دیوان میں ''زلیخا نامہ'' کے زیرِ عنوان اس داستان محبت کے احوال ومقامات کی پردہ کشائی کرتے وقت اس نے خود کو حاتم کہا اور ماریانا کو زلیخا کے نام سے یاد کیا ہے۔ گوئٹے کے دیوان میں ماریانہ کی نظمیں بھی شامل ہیں۔ یہ دیوان مسلمانوں کی عشقیہ شاعری سے تخلیقی اکتساب کی درخشندہ مثال ہے۔ گوئٹے نے آنحضورؐ کو ایک رواں دواں اور ابدیت بہ کنار جوئے آب سے تشبیہہ دی ہے۔ ''نغمۂ محمد ﷺ'' کا آخری بند یہ ہے:

دریائے پرخروش زبند و شکن گزشت
از تنگنائے وادی و کوہ دمن گزشت
یکساں چو سیل کردہ نشیب و فراز را
او کاخ شاہ و بارہ و کشت و چمن گزشت
بیتاب و تند و تیز و جگر سوز و بیقرار
در ہر زمان تازہ رسید او کہن گزشت
زی بحر بیکرانہ چہ مستانہ می ردد
در خود یگانہ از ہمہ بیگانہ می ردد
(ترجمہ۔ علامہ اقبال)

پیغمبر اسلام سے یہ گہری عقیدت اور جبلی محبت اور اسلام کی انقلابی روح سے یہ جذباتی لگاؤ مغربی ادب میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اقبال نے گوئٹے (۱۷۴۹ء تا ۱۸۳۲ء) کے ہم عصر غالب کو مخاطب کر کے کہا تھا:

ع گلشن ویمر میں تیرا ہم نفس خوابیدہ ہے

گوئٹے واقعتاً اپنے ہم عصر مسلمان شاعروں کا ہم نفس تھا۔ حیرت یہ ہے کہ اس کی اسلام شناسی

دنیائے مغرب کے لیے ہنوز پردوں میں چھپی ہوئی ہے۔ آج تہذیبوں کے تصادم (The Clash of Civilization) کے مصنف سیموئل ہنٹنگٹن کے سے سامراجی نظریہ ساز جب اسلامی تہذیب اور عیسوی تہذیب کے مابین تصادم اور ستیز کار زمیہ گیت چھیڑتے اور مغربی دُنیا کو دنیائے اسلام کے خلاف صف آرا ہونے کی تلقین کرتے ہیں تو گوئٹے کا نغمۂ عشق رہ رہ کر میرے کانوں میں رس گھولنے لگتا ہے اور میں سوچنے لگتا ہوں کہ وہ وقت کب آئے گا جب مغربی دُنیا ''مغنی نامہ''، ''زلیخا نامہ'' اور ''بندگی نامہ'' کی سی عہد آفریں نظموں کے خالق گوئٹے کو افیون کی مانند استعمال کرنا ترک کر دیں گے اور آبِ حیات سمجھ کر انسانیت کی کھیتی کو سرسبز و شاداب کرنا شروع کر دیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ جب وہ وقت آئے گا تو اسلامی اور مغربی دُنیائیں باہم متصادم ہونے کی بجائے شیر وشکر ہو جائیں گی اور اللہ کا یہ پیغام ہر سو گونجنے لگے گا:

''اے اہلِ کتاب! آؤ ہم تم اس کلمہ توحید پر متحد ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔''

حواشی:

(1) "Official Germany celebrates Goethe not as poet and prophet but above all as opium" (Karl von Ossietzky as quoted by Peter Gray 1968 weimer Culture).

(2) The influence of India and Persia on the poetry of Germany (Newyork) 1955 pp.20-21.

"For India's mythology, its religion its abstrusest of philosophies he felt nothing but aversion Especially hateful to him were the mythological monstrosities............After all Goethe's Onent did not extend beyond Indus It was confirmed mainly to Persia and Arabia, with an occasional excursion into Turkey."

(3) "There developed within me the plan of representing the life of Mahomet whom I have never been able to regard as a imposter those courses which were so clearly seen by me in actual life, which lead much more to ruin than to salvation. A short time before I had studied with great interest the well prepared. The piece begins with a hymn which Muhammad sings alone under the clear sky of night."

(4) "The mind feels it must yet rise above itself it rises to God the only One, the Eternal, the Absolute to whom all these splendid but limited creatures owe their existence I composed this hymn with great warmth of feeling it is lost, but might easily be restored for the purpose of a cantata, and would recommended it self to the musician by the variety of its expression. But it would be necessary to imagine, as at that time was the intention, the leader of a caravan with his family and a whole tribe, and so for the alteration of the voices and the strength of the choruses provision would be made. After Mahomet has thus converted himself and communicated these feelings and thoughts to his family. His wife and Ali joined him unreservedly. In the second act he himself endeavours, but Ali more vigorously, to extend this faith in the tribe. Here agreement and opposition show themselves according to the difference of character. The feud begins the strife becomes violent and Mahomet must fly in the third act he overcomes his enemies, makes his religion the public and purifies the Kaba from idols.

(5) "All that genius can effect upon a man of character and intellect was to be represented and how it wins and loses in the process. Several songs which were to be inserted, were composed beforehand, all that remains of them is that which stands among my poems under the title Mahomet's Song. (PP 557-559).

☆☆☆